مولانا محمد عابد مدنی
(استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان)

خطبۂ صدارت، شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

بموقع اجلاس تاسیسی مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۰ء

پس منظر:

برطانیہ نے بیسویں صدی کے شروع میں خلافت عثمانیہ ترکی کو کمزور اور پھر ختم کرنے کی خوفناک سازشیں شروع کردی تھیں، جب اس کے آثارِ بدظاہر ہونا شروع ہوئے تو متحدہ ہندوستان میں خلافت کی حمایت میں تحریکِ خلافت اور اس کو مؤثر بنانے کے لیے انگریزوں کے خلاف تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جون ۱۹۲۰ء میں جب مالٹا کی اسارت سے رہا ہوکر ہندوستان پہنچے تو آپ نے اس تحریک کی حمایت میں فتویٰ دیا، انہی ایام میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر خلافت کمیٹی نے آپ کو ''شیخ الہند'' کا خطاب دیا۔

سرسید احمد خان کی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اس وقت انگریزوں کی مکمل حمایت میں تھی، مگر اسی یونیورسٹی میں مولانا محمد علی جوہر اور ان کے ہمنواؤں کی قیادت میں ایک طبقہ انگریز کی غلامی سے بیزار تھا، اس نے تحریکِ خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی اعلیٰ قیادت سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی کی بنیاد پر تحریکِ ترکِ موالات کی حمایت کا مطالبہ کیا مگر یونیورسٹی کی انتظامیہ نے اس کا انکار کردیا، یہ اختلاف یہاں تک بڑھا کہ مولانا جوہر کی قیادت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس انگریز دشمن طبقہ نے انگریز کے اثرات سے پاک متوازی طور پر ''مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ'' کے قیام کا فیصلہ کیا اور اس کے تاسیسی اجلاس کی صدارت کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی۔ آپ نے باوجود علالت ونقاہت کے یہ کہہ کر دعوت قبول فرمائی کہ ''اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسے میں ضرور شریک ہوں گا'' چنانچہ آپ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ تشریف لے گئے اور صدارت فرمائی۔ خطبۂ صدارت آپ کی طرف سے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد علی گڑھ سے دہلی تشریف لے گئے اور ایک ماہ بعد دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون واضح ہو کہ اس نئی ''مسلم نیشنل یونیورسٹی'' کے چانسلر حکیم محمد اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ اور وائس چانسلر مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ بنائے گئے، بعد میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام ''جامعہ ملیہ اسلامیہ'' تجویز کیا۔ اور پھر یہ اسی نام ہی سے معروف ومشہور ہوئی۔ اسی مناسبت سے بہت سے مقامات پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ذیل کے خطبۂ صدارت کی نسبت جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تاسیس کی طرف کردی گئی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں یہ نئی یونیورسٹی، علی گڑھ سے دہلی منتقل ہوگئی۔

یہ تفصیل ہم نے اس لیے ذکر کی کہ علی گڑھ یونیورسٹی کا نام آتے ہی ذہن فوراً سرسید کی قائم کردہ یونیورسٹی کی جانب جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی میزبان یہی سرسید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تھی، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تو سرسید یونیورسٹی کے باغیوں کی سرپرستی اور ان کی نئی یونیورسٹی کی تاسیس کے لیے گئے تھے اور یہی لوگ حضرت کے میزبان تھے، لیکن بہرحال یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس نئی مسلم نیشنل یونیورسٹی میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ جو طبقہ تھا وہ بھی اصلاً سرسید یونیورسٹی علی گڑھ ہی سے تھا، اس لیے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جذبۂ حریت وسیاستِ شرعیہ کے اعتبار سے دیوبند اور علی گڑھ میں سیاسی قبلہ کی وحدت پیدا کردی تھی، جس کے نتیجہ میں جدید طبقہ کی ایک بڑی تعداد نے تحریکِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور علماء کے قرب کی وجہ سے بہت سے ''مسٹر'' ''مولانا'' بن گئے۔ تفصیل علماء حق جلد اول اور نقشِ حیات جلد دوم کے آخر میں ملاحظہ کریں۔ یہ خطبۂ صدارت علمائے حق جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۳ پر ہے۔ واضح رہے کہ کتاب ''علمائے ہند کا شاندار ماضی'' کی پانچویں وچھٹی جلد ہی ''علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول ودوم'' کے نام سے معروف ہے۔ قارئین محسوس کریں گے کہ آج تقریباً ایک صدی بعد بھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات مخلصین کے لیے رہبر وراہنما ہیں کہ باطل کی سرکوبی اور حق کی سربلندی کے لیے اخلاص وتقویٰ کے ساتھ اجتماعیت، شجاعت وحکمت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

محمد عابد عفی عنہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

حامدا و مصلیاً اما بعد! جلسوں کی عام روش کا اقتضا یہ ہے کہ میں سب سے پہلے اس عزت صدارت پر، جو ایک نہایت ہی سرفروشانہ ایثار وشجاعانہ جدوجہد کرنے والی جماعت کی طرف سے مجھ کو مرحمت ہوئی ہے، شکر گزاری اور منت پذیری کا اظہار کروں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ شکریہ چند وقیع اور شاندار الفاظ سے ادا نہیں ہوسکتا اور نہ مجھ کو محض رسمی اور مصنوعی ممنونیت کی نمائش اس بھاری ذمہ داری کے بوجھ سے سبکدوش کرسکتی ہے جو فی الحقیقت آپ نے اس عزت افزائی کے ضمن میں مجھ پر عائد کی ہے۔ دو چار پھڑکتے ہوئے جملے بلاشبہ عارضی طور پر مجلس کو محظوظ کرسکتے ہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ میری قوم اس وقت فصاحت وبلاغت کی بھوکی نہیں ہے اور نہ اس قسم کی عارضی مسرتوں سے اس کے درد کا اصلی درمان ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے ایک قائم ودائم جوش کی، نہایت صابرانہ ثباتِ قدم کی، دلیرانہ مگر عاقلانہ طریقِ عمل کی اور اپنے نفس پر پورا قابو پانے کی۔ غرض ایک پختہ کار بلند خیال اور ذی ہوش محمدی بننے کی۔

میں ہرگز آپ کے لیکچراروں اور فصیح اللسان تقریر کرنے والوں کی تحقیر نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو چیز سوئے ہوئے دلوں کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے اور زمانہ کی ”ہوا“ میں اول تموج پیدا کرتی ہے وہ یہی دعوت حق کا غلغلہ ڈالنے والی زبان ہے۔ ہاں اس قدر گزارش کرتا ہوں کہ تاوقتیکہ متکلم اور مخاطب کے دل میں سعی جمیلہ کا سچا جذبہ، اس کے اخلاق میں شجاعانہ استقامت وایثار، اس کے جوارح میں قوت عمل، اس کے ارادوں میں پختگی اور چستی نہ ہو، محض گرمجوش تقریریں کسی ایسے کٹھن اور بلند پایہ مقصد میں آپ کو کامیاب نہیں کرسکتیں۔

وَ کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادٍ وَ دُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ حُتُوْفُ

اے حضرات! آپ خوب جانتے ہیں کہ جس وادی پُر خار کو آپ برہنہ پا ہوکر قطع کرنا چاہتے ہیں وہ مشکلات اور تکالیف کا جنگل ہے، قدم قدم پر وہاں صعوبتوں کا سامنا ہے، طرح طرح کی بدنی، مالی اور جاہی مکروہات آپ کے دامنِ استقلال کو الجھانا چاہتے ہیں لیکن **حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ** کے قائل کو اگر آپ خدا کا سچا رسول مانتے ہیں (اور ضرور مانتے ہیں) تو یقین رکھیے! کہ جس صحرائے پُر خار میں آپ گامزن ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے راستہ پر جنت کا دروازہ بہت ہی نزدیک ہے۔

کامیابی کا آفتاب ہمیشہ مصائب وآلام کی گھٹاؤں کو پھاڑ کر نکلا ہے اور اعلیٰ تمناؤں کا چہرہ سخت سے سخت صعوبتوں کے جھرمٹ میں سے دکھائی دیا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ

(سورۃ البقرہ: ۲۱۴)

کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت میں جا گھسو گے اور تمہیں اس طرح کے حالات پیش نہ آئیں گے جو کہ تم سے پہلے لوگوں کو

پیش آئے؟ ان کو سختیاں اور اذیتیں پہنچیں اور وہ اس قدر جھڑ جھڑائے گئے کہ پیغمبر اور اس کے ساتھ مومنین بول اٹھے کہ خدا کی مدد کہاں ہے؟ یاد رکھو کہ خدا کی مدد نزدیک ہے

دوسری جگہ ارشاد ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصَّابِرِیْنَ (سورة آل عمران: ۱۴۲)

کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے بدوں (بغیر) اس کے کہ اللہ جانچ کرے تم میں سے مجاہدین اور صابرین کی؟

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے

الٓمّٓ o اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ o وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِیْنَ (سورۃ العنکبوت: ۱۔۳)

کیا لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ محض آمنّا کہنے پر وہ چھوڑ دیے جائیں گے؟ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی ہے۔ تو ضرور ہے کہ اللہ پرکھے گا سچے اور جھوٹے لوگوں کو۔

یہ حق تعالیٰ جل شانہ کی سنت مستمرہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی وتغیر کو راہ نہیں۔ کوئی قوم اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے راستے پر چلنے کی مدعی نہیں ہوئی جس کو امتحان وآزمائش کی کسوٹی پر نہ کسا گیا ہو۔ خدا کے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبر جن سے زیادہ خدا کا پیارا کسی پر نہیں ہو سکتا، وہ بھی مستثنیٰ نہیں رہے۔ بیشک ان کو مظفر ومنصور کیا گیا، مگر کب؟ سخت ابتلا اور زلزال شدید کے بعد۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ:

حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ (سورۃ یوسف: ۱۱۰)

پس اے فرزندانِ توحید! میں چاہتا ہوں کہ آپ انبیاء ومرسلین اور ان کے وارثوں کے راستہ پر چلیں اور جو لڑائی اس وقت شیطان کی ذریت اور خدائے قدوس کے لشکروں میں ہو رہی ہے اس میں ہمت نہ ہاریں اور یاد رکھیں کہ شیطان کے مضبوط سے مضبوط آہنی قلعے خداوند قدیر کی امداد کے سامنے تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطَانِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطَانِ كَانَ ضَعِیْفًا (سورۃ نساء: ۷۶)

ایماندار تو خدا کے راستے میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کے راستہ میں پس تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو بلا شبہ شیطان کی فریب کاری محض لچر پوچ ہے۔

میں نے اس پیرانہ سال اور علالت ونقاہت کی حالت میں (جس کو آپ خود مشاہدہ فرما رہے ہیں) آپ کی

دعوت پر اس لیے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گم شدہ متاع (1) کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں، بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا! اٹھو اور اس امتِ مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ، ان کے دلوں پر خوف و ہراس مسلط ہو جاتا ہے خدا کا نہیں، بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب و ضرب کا۔

حالانکہ ان کو تو سب سے زیادہ جاننا چاہیے تھا کہ خوف کھانے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو وہ خدا کا غضب اور اس کا قاہرانہ انتقام ہے اور دنیا کی متاعِ قلیل خدا کی رحمتوں اور اس کے انعامات کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی، چنانچہ اس قسم کے مضمون کی طرف حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً وَّ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَّ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا o اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ o

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو یکا یک ان میں ایک فریق ڈرنے لگا، آدمیوں سے، خدا کے برابر یا اس سے بھی زیادہ۔ اور کہنے لگا کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا اور کیوں تھوڑی مدت ہم کو اور مہلت نہ دی؟ کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس شخص کے لیے بہتر ہے، جس نے تقوی اختیار کیا اور تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جہاں کہیں بھی تم ہو موت تم کو آ دبائے گی، اگر چہ تم نہایت مستحکم قلعوں میں ہو۔

اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار (جس سے میری ہڈیاں پگھلی جا رہی ہیں) مدرسوں، خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ (2) ہیں تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اسی طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں (دیوبند اور علی گڑھ) کا رشتہ جوڑا، کچھ بعید نہیں کہ بہت سے نیک نیت بزرگ میرے اس سفر پر نکتہ چینی کریں اور مجھ کو اپنے مرحوم بزرگوں کے مسلک سے منحرف بتائیں،

(1) حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ''گم شدہ متاع'' سے مراد شجاعت وجذبہ حریت اور سیاسی شعور کی بیداری تھی، دراصل آپ رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں میں خصوصاً صلحاء وعلماء میں اعمال صالحہ کے ساتھ جذبۂ حریت کی سرشاری بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (م، ع)

(2) اس لیے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کی ''علی برادران'' کی قیادت میں تحریکِ خلافت میں جانثاری ملاحظہ فرمائی تھی۔ غمخوار سے مراد نونہالانِ قوم ہیں، کیونکہ مسلمانوں کا عمومی رجحان یہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو مدارسِ اسلامیہ میں کم اور سکولوں کالجوں میں زیادہ داخل کراتے ہیں غالباً اس لیے یہ فرمایا۔

لیکن اہل نظر سمجھتے ہیں کہ جس قدر میں بظاہر علی گڑھ کی طرف آیا ہوں اس سے کہیں زیادہ علی گڑھ (3) میری طرف آیا ہے۔

دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند گلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند
ساکنانِ حرم سرِّ عفافِ ملکوت بامنِ راہ نشیں بادۂ مستانہ زدند
شکر ایزد کہ میان من و او صلح فتاد حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان کے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتوی نہیں دیا، ہاں یہ بے شک کہا گیا کہ اگر انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا ''حکومتِ وقتیہ'' کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لیے جاہل رہنا ہی اچھا ہے۔ اب از راہِ نوازش آپ ہی انصاف کیجیے کہ یہ تعلیم سے روکنا تھا یا اس کے اثرِ بد سے۔ اور کیا یہ وہی بات نہیں جس کو آج مسٹر گاندھی اس طرح ادا کر رہے ہیں کہ ''ان کالجوں کی اعلیٰ تعلیم بہت اچھی، صاف اور شفاف دودھ کی طرح ہے جس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا گیا ہو''۔ باری تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری قوم کے نوجوانوں کو توفیق دی ہے کہ وہ اپنے نفع وضرر کا موازنہ کریں اور دودھ میں جو زہر ملا ہوا ہے اس کو کسی ''بھپکے'' کے ذریعہ سے علیحدہ کر لیں۔ آج ہم وہی بھپکا نصب کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اور آپ نے مجھ سے پہلے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ ''بھپکا'' مسلم نیشنل یونیورسٹی ہے۔

مطلق تعلیم کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت اب میری قوم کو نہ رہی کیونکہ زمانے نے خوب بتلا دیا ہے کہ تعلیم سے ہی بلند خیالی اور تدبر اور ہوش مندی کے پودے نشو ونما پاتے ہیں اور اس کی روشنی میں آدمی نجاح وفلاح کے راستے پر چل سکتا ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ وہ تعلیم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور اغیار کے اثر سے بالکل آزاد ہو کیا باعتبار عقائد وخیالات کے اور کیا باعتبار اخلاق واعمال کے اور کیا باعتبار اوضاع واطوار کے، (ان سب میں) ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں۔

ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں پر غلام پیدا کرتے رہیں بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہیے بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں اور ان عظیم الشان مدارس کے جنہوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس سے بیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ بغداد میں جب مدرسۂ نظامیہ کی بنیاد ایک اسلامی حکومت کے ہاتھوں رکھی گئی ہے تو اس دن علماء نے جمع ہو کر علم کا ماتم کیا تھا، کہ افسوس آج سے علم حکومت کے عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لیے پڑھا جائے گا

(3) اس لیے کہ علی گڑھ کے ان لوگوں نے انگریز کے تسلط سے آزاد یونیورسٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور تحریکِ ترکِ موالات میں حصہ لیا

............تو کیا آپ ایک ایسی یونیورسٹی (4) سے فلاح قومی کی امید رکھ سکتے ہیں جس کی امداد اور نظام میں بڑا زبردست ہاتھ ایک غیر اسلامی حکومت کا ہو۔

ہماری قوم کے سربرآوردہ لیڈروں نے سچ تو یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں کی درسگاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو، اگر طلبہ اپنے اصول وفروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کر دیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنے ہم قوموں کی حمیت نہایت ادنی درجہ پر رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درسگاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے اس لیے اعلان کیا گیا ہے کہ ایک آزاد یونیورسٹی (5) کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علیحدہ اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی اور قومی محسوسات پر مبنی ہو۔

مجھے ان لیڈروں سے زیادہ ان نونہالانِ وطن کی ہمتِ بلند پر آفرین اور شاباش کہنا چاہیے جنھوں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لیے اپنی ہزاروں امیدوں پر پانی پھیر دیا اور باوجود ہر قسم کے طمع اور خوف کے وہ ''موالات نصاریٰ کے ترک'' پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے اور اپنی عزیز زندگیوں کو ملت اور قوم کے نام پر وقف کر دیا۔

شاید ترک موالات کے ذکر پر آپ اس مسئلہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہو جائیں اور ان عامۃ الورود سوالات اور شبہات کے دلدل میں پھنسنے لگیں جو اس بہت ہی اہم واعظم مسئلے کے متعلق آج کل عموماً زبان زد ہیں، اس لیے میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ آپ تھوڑا سا وقت مجھ کو اس تحریر کے سنانے کے لیے عنایت فرمائیں جو میں نے بعض مسائل دریافت کیے جانے پر دیوبند سے تیار کر کے بھیجی تھی (6)۔

اب میری یہ التجا ہے کہ آپ سب حضرات بارگاہ رب العزت میں نہایت صدق دل سے دعا کریں کہ وہ ہماری قوم کو رسوا نہ کرے اور ہم کو کافروں کو تختۂ مشق نہ بنائے اور ہمارے اچھے کاموں میں ہماری مدد فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین و صلی اللّٰہ علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین

آپ کا خیراندیش

محمود عفی عنہ

۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۰ء

(4) یہ اشارہ ہے سرسید یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف۔ (5) مراد مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ ہے، جو بعد میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں تبدیل ہوگئی۔

(6) تحریک ترکِ موالات کے متعلق حضرت اقدس شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ نقشِ حیات صفحہ ۲۶۷ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ جس کی تائید بعد میں پانچ سو علماء نے فرمائی تھی۔